پٹنہ

ضیاء الرحمٰن غزنوی

MEMBER OF PARLIAMENT
(RAJYA SABHA)

۲۲ر اپریل ۱۹۷۷ء

عزیز مکرم نوشی

مجھے یہ جان کر بڑی مسرت ہوئی کہ تم پٹنہ کے حال اور ماضی کے متعلق ایک کتابچہ شائع کر رہے ہو۔ جو سیاحوں اور عالموں دونوں کے لئے دلچسپی اور معلومات کا ذریعہ بنے گا۔

پاٹلی پترا جسے ہم کبھی عظیم آباد اور آج پٹنہ کہتے ہیں، زمانہ قدیم ہی سے بھارت کی گراں مایہ تہذیب اور فلسفہ اور تاریخ کا مرکز رہا ہے اور اسی کے دامن میں اس تمدن کے بیش قیمت نوادرات اور قیمتی دستاویزات ہیں جو ہماری موجودہ تہذیب کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ یہ وہ اثاثہ ہے جس پہ ہندوستان ہمیشہ ناز کرتا رہے گا۔

مجھے امید ہے کہ تمھاری یہ کاوش کامیاب ہوگی اور سیاحوں اور اسکالروں کے ساتھ ساتھ نئی نسل کے ذہنوں کو بھی اس عہد کی عظمت سے روشناس کرے گی۔

عزیزہ امام

۳۷-۳۹۔ ساؤتھ اوینو۔ نئی دہلی

- تاریخ کے پس منظر میں
- حال کے آئینے میں

ضیاء الرحمٰن غوثی

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

اشاعتِ اوّل : ایک ہزار
سالِ اشاعت : اپریل ۱۹۷۹ء
مطبوعہ : جمال پرنٹنگ پریس، جامع مسجد دہلی
قیمت : دو روپے
کتابت : جمال گیاوی

ملنے کے پتے :

۱- مکتبۂ جامعہ لمیٹڈ، اُردو بازار، دہلی-۶
۲- بُک امپوریم، سبزی باغ، پٹنہ-۴

ناشر :

متین ایم اختر- ام کام ال ال بی (ایڈوکیٹ)
سابق اڈیٹر "بہار پوسٹ" مسجد بدیع العصر
چتر گپت روڈ- پہاڑ گنج- نئی دہلی

انتساب

اُستاذ مکرّم ڈاکٹر ممتاز احمد

(ایم اے پی ایچ ڈی۔ ڈی لٹ)

ریڈر شعبۂ اردو پٹنہ یونیورسٹی

کے نام

جن کی شفقتیں اور رہبری ۱۹۵۶ء سے ۱۹۷۴ء تک برابر میرے شاملِ حال رہیں۔

○

اپنے پیارے دوست

عظیم اختر

(پریس آفیسر، دہلی انتظامیہ)

کے نام

جن کی نہایت ہی پرکشش شخصیت میں پرانی اور نئی قدروں کا حسین امتزاج ہے اور جن کی تحریک اور تعاون سے یہ کتاب شایع ہوئی ہے۔

—— ضیاء الرحمٰن غوثی

پیش لفظ

ضیاء الرحمٰن غوثی ان نوجوانوں میں ہیں جو ہمیشہ کسی نہ کسی کام میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کی لگن، محنت اور کام کرنے کا جذبہ لائقِ تحسین ہے۔

عربی، فارسی اور اُردو تینوں زبانوں میں ایم۔ اے ہیں۔ تعلیم و تدریس کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں اور صحافت بھی ان کا پیشہ رہا ہے۔ اسی شوق کی وجہ سے اب دہلی انتظامیہ میں انفارمیشن آفیسر کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

غوثی صاحب کو میں تقریباً پانچ برسوں سے جانتا ہوں اور ان کی سنجیدگی، غور و فکر کی عادت اور قوتِ عمل نے مجھے ہمیشہ متاثر کیا ہے۔

پاٹلی پتر یا عظیم آباد یا پٹنہ ہر زمانے میں علم و ادب کا گہوارہ رہا ہے اور اس کی عظمت اور شان و شوکت کے قصے ہر زمانے میں دہرائے جائیں گے۔ غوثی صاحب نے بھی یہ داستان اپنے انداز میں بیان کیا ہے جو دلچسپ بھی ہے اور معلوماتی بھی۔

یہ کتابچہ ایک تمہید یا ابتدائی حیثیت رکھتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ غوثی صاحب ایک نہ ایک دن اس موضوع پر ایک ایسا کارنامہ پیش کریں گے جو آنے والی نسلوں کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوگا۔

دہلی۔
۱ مارچ ۱۹۷۹ء

شہباز حسین
(ایڈیٹر "آج کل")

تاریخی پس منظر

ریاست بہار کی راجدھانی پٹنہ ہندوستان کے قدیم ترین شہروں میں ہے۔ اسے زمانۂ قدیم ہی سے نمایاں تاریخی اہمیت حاصل رہی ہے۔ اس لیے اسے قدیم ہندوستان میں اُمّ البلاد پاٹلی پترا کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ یہ تاریخی شہر ہزاروں سال تک عالمی تہذیب و تمدن کا گہوارہ رہا ہے۔ نہ صرف قدیم ہندوستان کی تاریخ بلکہ قدیم عالمی تاریخ میں بھی اسے اہم مقام حاصل رہا ہے۔ اس کی شان و شوکت کی جھلک دیکھنے کے لیے سیاح دُنیا کے گوشے گوشے سے آیا کرتے تھے۔

موریہ عہد کے شہروں میں بھی پاٹلی پترا سر فہرست رہا ہے۔ یہ موریہ راجاؤں کی راجدھانی اور مگدھ ریاست کا اہم ترین شہر تھا جس بنا پر یہ اسی زمانے میں مشہور عالم ہو گیا تھا۔ پاٹلی پترا کے بے مثال شاہی محلات، خوبصورت باغات وغیرہ مسلسل نو میلوں تک گنگا کے کنارے پھیلے ہوئے تھے۔ قدیم تاریخی کتابوں میں جہاں جہاں پاٹلی پترا کا ذکر آیا ہے۔ اسے پہلی صدی قبل مسیح کے لگ بھگ تہذیب و تمدن، علوم و فنون اور عام دل کشی کا مرکز بتایا گیا ہے۔ پاٹلی پترا ہندوستان کی دانش وری پر صدیوں اثر انداز رہا ہے۔ اسی وجہ سے مُلک کے گوشے گوشے سے علماء اور علم و دانش کے طلباء حصولِ علم

کے لیے آتے رہے۔ پتنجلی نے اس شہر کی عمارتوں کے گنبدوں، میناروں اور شاہی محلات کی خوبصورتی کا بیان کرتے ہوئے ٹھیک ہی لکھا ہے کہ ان کا مقام ہندوستان کے ادب میں ویسا ہی ہے جیسا کہ یورپی ادب میں واوسلیک کو پرنیل یا ونڈسر کا۔ گنگا کے کنارے واقع ہونے کے سبب پانی کے راستے سے یہاں آمد و رفت کی کافی سہولت تھی۔ اس سہولت کے سبب پاٹلی پتر املک کا تجارتی مرکز بھی تھا۔ چنانچہ پاٹلی پتر اپنے آغاز سے ہی نہ صرف علم و دانش اور تہذیب و تمدن بلکہ سیاسی نظم ونسق اور صنعت و تجارت کے مرکز کی حیثیت سے بھی ترقی کرتا گیا۔ گپت عہد میں یہ شمالی ہندوستان کا بے نظیر شہر شمار کیا جاتا رہا۔

پاٹلی پترا کے شاہی درباروں میں بڑے بڑے شعرا، فلسفی، موسیقار اور دوسرے ماہرینِ فن پروان چڑھتے رہے۔ ایک مورخ نے بجا طور پر کہا ہے کہ پاٹلی پترا ہندوستان کا روم تھا۔ جہاں تک فلسفہ، قانون، حکمت اور دوسرے علوم و فنون کے راستے صدیوں تک پہونچتے رہے۔ دنیا کے اولین اور عظیم ترین ماہر لسانیات بینیتی، ہندوستان کے میکیاویلی کوٹلیا، عظیم شہنشاہ اشوک، مشہور فلسفی پتانجلی، زمین کی کشش کا اصول مرتب کرنے والے نجومی اور ماہر ریاضی آریہ بھٹ کی جگہ پاٹلی پترا ہی تھی۔ مورخ اس بات پر متفق ہیں کہ اس قدیم شہر کی تہذیب آج کے ترقی یافتہ ہندوستان کی تہذیب سے زیادہ اعلیٰ درجہ کی تھی۔

پاٹلی پترا کی بنیاد کی داستان بھی بڑی عجیب ہے۔ آج جہاں پٹنہ آباد ہے وہاں پہلے ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ مگدھ کے ۵ ویں بادشاہ اجات شترو کی راجدھانی راجگیر تھی۔ اس نے اپنے زبردست حریف لچھویوں سے محفوظ رہنے کے لیے پانچویں صدی قبل مسیح سون ندی کے شمالی اور گنگا ندی کے جنوبی کنارے پاٹلی نامی گاؤں میں ایک قلعہ تعمیر کرایا تھا۔ اجات شترو کے پوتے اُدیے نے راجگیر سے اپنی راجدھانی یہیں منتقل کر دی۔ کیونکہ اس نے محسوس کیا کہ بڑھتی ہوئی سلطنت پر راجگیر سے حکومت کرنا مشکل ہے۔ اس نے اس قلعہ کے زیر سایہ ایک نہایت ہی شاندار اور خوبصورت شہر بسایا۔ یہی شہر آگے چل کر عثما پورا، پشپا پورا اور پھر پاٹلی پترا وغیرہ ناموں سے مشہور ہوا۔ جب شہر پاٹلی پتر ابسانے کا منصوبہ ہو رہا تھا انھیں دنوں نالندہ سے ویشالی کا سفر کرتے

ہوئے گوتم بدھ اس قلعہ تک پہونچے تھے۔ انھوں نے پیش گوئی کی تھی کہ پاٹلی پتر ایک دن عظیم اور مشہور شہر ہو جائے گا لیکن آگ اور اندرونی کشمکش سے ہمیشہ دوچار رہے گا۔

اُدے کا بسایا یہ شہر پھیلتا گیا اور اس کی شان اور شہرت بڑھتی رہی یہاں تک کہ موریہ خاندان کے زمانے میں نہ صرف مگدھ بلکہ سارے ہندوستان کی راجدھانی رہا۔ حضرت مسیح سے ۳۲۱ (تین سو اکیس) سال قبل موریہ خاندان کے بانی چندر گپت نے چانکیہ کی مدد سے نند خاندان کے آخری بادشاہ کو بھگا کر پاٹلی پتر کی گدی پر قبضہ کر لیا۔ اس نے ایک بڑی سلطنت کی بنیاد ڈالی جو خلیج بنگال سے بحیرۂ عرب تک سارے شمالی ہندوستان نیز افغانستان کے بڑے حصّے پر مشتمل تھی۔ چندر گپت نے بھی پاٹلی پتر کو ہی اپنی وسیع سلطنت کی راجدھانی بنایا۔ سکندر کے جانشین سیلیوکس نے میگا ستھنیز کو اپنا سفیر بنا کر چندر گپت کے دربار میں بھیجا تھا۔ میگا ستھنیز کے بیان سے چندر گپت کے دورِ حکومت کے حالات معلوم ہوئے ہیں۔ اس نے مگدھ کی راجدھانی پاٹلی پترا کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ مستطیل نما شہر چاروں طرف لکڑیوں کی دیواروں اور گہری خندقوں سے گھرا ہوا تھا۔ شہر کی تعمیر میں لکڑیوں کا استعمال زیادہ ہوا تھا۔ پھر بھی امن اور جنگ دونوں حالتوں میں محفوظ تھا۔ شاہی محل اور دوسری عمارتیں ایک خوشنما پارک میں تھیں۔ یہ لکڑی کی بنی تھیں اور کافی زیب و زینت سے آراستہ تھیں۔ پاٹلی پتر کے نظم و نسق کے لیے ایک میونسپل مجلس تھی جو چھ کمیٹیوں پر مشتمل تھی۔ ہر کمیٹی کے پانچ ارکان تھے۔ ان کمیٹیوں پر غیر ملکیوں کی نگہداشت، اہم اعداد و شمار کی فراہمی، صنعتی فنون اور تجارت کے فروغ، صنعت کاروں کی اشیاء کی فروخت پر مقررہ ٹیکس کی وصولی وغیرہ امور کی ذمہ داری تھی۔

چندر گپت کے بعد اس کے پوتے اشوک کا زمانہ ۲۶۴-۲۳۱ قبل مسیح آتا ہے۔ اشوک چندر گپت کا پوتا تھا۔ یہ موریہ خاندان کا عظیم الشان بادشاہ گزرا ہے۔ عالمی تاریخ میں اسے اشوک اعظم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ غیر ملکی مورخوں نے بھی اشوک کا ذکر بڑے احترام سے کیا ہے۔ اور اسے دُنیا کے چند عظیم الشان حکمرانوں کے شمار و قطار میں رکھا ہے۔ اشوک کی سلطنت خلیج بنگال سے پنجاب اور کوہ ہمالہ سے وندھیاچل پہاڑیوں تک پھیلی ہوئی تھی۔ اشوک نے اپنی عظیم سلطنت کی راجدھانی پاٹلی پترا

کو ہی بنایا۔ اشوک کی راجدھانی کے آثار آج بھی پٹنہ میں ملتے ہیں۔

اشوک کے بعد پاٹلی پترا کی حکومت موریہ، کاکوا، آندھرا، اور گپت خاندانوں کے دوسرے بادشاہوں کے ہاتھوں میں رہی۔ موریہ عہد کے بعد کچھ دنوں تک پاٹلی پتر کے سیاسی سماجی، ثقافتی اور تاریخی حالات کے بارے میں صحیح صحیح تفصیلی بیان نہیں ملتا۔ لیکن گپت عہد (۳۲۰ - ۵۳۰ء) کی آمد کے ساتھ ہی شمالی بھارت میں ایک بار پھر ادب، فن، تہذیب اور شہری رہن سہن کا ایک سنہری دور آیا۔ اس عہد میں ہندوستان کی تاریخ میں ہمہ جہتی ترقی ہوئی۔

گپت عہد کا آغاز چندر گپت اوّل سے ہوا۔ وہی گپت خاندان کا بانی تھا۔ گپت خاندان کے حکمراں چندر گپت ثانی جنھیں وکرمادت بھی کہا جاتا ہے کے زمانے (پانچویں صدی عیسوی) میں مشہور چینی سیاح فاہیان ہندوستان آیا تھا۔ اس نے ۴۰۱ء سے ۴۱۱ء تک شمالی ہندوستان کا دورہ کیا تھا۔ اس نے تین سال پاٹلی پتر میں گزارے۔ اس نے اپنے سفرنامے میں اس وقت کے پاٹلی پترا کا ذکر کیا ہے۔ شہر کا نظم ونسق انچالیس (۳۹) افراد پر مشتمل ایک میونسپل کمیٹی کے ہاتھوں میں تھا۔

گپت خاندان کے زوال کے بعد پاٹلی پترا کی شان وشوکت بھی زوال پذیر رہی۔ اس طرح تقریباً ایک ہزار سال تک پاٹلی پترا کو نہ صرف قدیم ہندوستان کی تاریخ بلکہ قدیم عالمی تاریخ میں بھی اہم مقام حاصل رہا ہے۔ گپت خاندان کے زوال کے بعد سے افغان بادشاہ شیر شاہ سوری کے زمانہ تک جدید تاریخ ہند میں اس شہر کا کوئی خاص ذکر نہیں ملتا۔ البتہ ساتویں صدی عیسوی میں ہرش وردھن (۶۰۶ء سے ۶۴۷ء) کے دورِ حکومت میں دوسرا مشہور چینی سیاح ہیون سانگ ہندوستان آیا تھا۔ اس نے یہاں پندرہ سال گزارے اور مختلف مقامات کی سیر کی۔ اس نے پاٹلی پترا کو کھنڈرات کی صورت میں پایا۔ اس نے ۶۳۷ء میں پاٹلی پترا کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کافی مدت تک یہ شہر ویران رہا۔

سولھویں صدی میں شیر شاہ نے پاٹلی پترا کے قلعہ کی پھر سے مرمت کرائی اور اُجڑے دیار کو پھر سے آباد کیا۔ جس کے آثار آج بھی پٹنہ سیٹی میں گنگا کے کنارے دیکھے جا سکتے ہیں۔ خصوصاً اس وقت جب گرمیوں میں گنگا کا پانی نشیب میں چلا جاتا ہے۔

سولھویں صدی ہی کے وسط میں اورنگ زیب کے پوتے عظیم الشان نے پھر اس شہر کو عظیم آباد کے نام سے بسایا۔ شہر کے مشرقی اور مغربی کنارے پر شہر میں داخل ہونے کے لیے دو بڑے دروازے بنائے گئے۔ مشرقی کنارے کے دروازے کو پورب دروازہ اور مغربی کنارے کے دروازے کو پچھم دروازہ کہا جاتا ہے۔ پورب دروازہ پٹنہ سیٹی میں مال سلامی کے قریب تھا جس کے آثار بھی اب معدوم ہو چکے ہیں۔ اور پچھم دروازہ جہاں تھا وہ علاقہ آج بھی پچھم دروازہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس پچھم دروازہ کی نشانی ایک ستون کی صورت میں اب بھی باقی ہے۔ پھر انگریزوں کا دور آیا تو یہ شہر پٹنہ کہلانے لگا۔ جب بنگال میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے قدم مضبوط ہو گئے تو پٹنہ تجارت کا ایک اہم مرکز بن گیا۔ اور سفید فام تاجروں نے یہاں بہت سے کارخانے قائم کیے۔ جب میر قاسم کو بہار اور بنگال کا نواب شمار کیا گیا تو اس نے پٹنہ میں سکونت اختیار کی۔ میر قاسم نے انگریزوں کی مسلسل شر پسندی اور جارحیت سے تنگ آ کر نوابی گدی چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کر لیا۔ اس طرح ۱۷۶۳ء میں پٹنہ قطعی طور پہ انگریزوں کے زیر اقتدار آ گیا۔ ۱۹۱۱ء میں حکومتِ برطانیہ کے حکم سے بہار اور اڑیسہ کو بنگال سے علیحدہ کر دیا گیا اور ایک الگ صوبہ وجود میں آ گیا۔ اور یکم اپریل ۱۹۱۲ء میں پٹنہ کو صوبہ بہار کی راجدھانی بنایا گیا۔ آج بھی پٹنہ ہندیونین کی ریاست بہار کی راجدھانی ہے۔

فی الوقت حکومتِ بہار اس تجویز پر غور کر رہی ہے کہ پٹنہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ مغربی حصے کو پاٹلی پترا اور مشرقی حصے (پٹنہ سیٹی) کو پٹنہ صاحب کے نام سے موسوم کیا جائے۔ کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ پورے شہر کا ایک ہی نام پاٹلی پترا رہے۔

حال کے آئینے میں

پٹنہ بمبئی سے ۱۰۶۱ میل، دہلی سے ۶۱۶ میل اور کلکتہ سے ۳۳۱ میل کی دُوری پر واقع ہے۔ پٹنہ کے جنوب مغرب میں ایسٹرن ریلوے کا ایک بڑا جنکشن ہے۔ یہاں سے ہندوستان کے دُور دراز گوشوں تک ریلیں جاتی ہیں۔ پٹنہ کے جنوب مشرق میں دو اور چھوٹے ریلوے اسٹیشن (گلزار باغ اور پٹنہ صاحب) ہیں۔ گنگا میں ان ای ریلوے اور پرائیویٹ کمپنیوں کے اسٹیمر چلتے ہیں جن کے ذریعہ شمالی بہار سے لوگوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔ شہر کے وسط میں بہار اسٹیٹ روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کا ایک بڑا بس ڈپو ہے جہاں سے بہار کے دُور دراز گوشوں تک بسیں جاتی ہیں۔ پٹنہ میں گنگا ندی پر پل کی تعمیر کا سنگ بنیاد رکھا جا چکا ہے۔ پل کا ایک جنوبی سرا گلزار باغ میں ہوگا۔ یہ ایشیا کا عظیم ترین پُل ہوگا۔ اس کے بن جانے سے شمالی بہار کی کافی ترقی ہوگی۔

پٹنہ کی آبادی چار لاکھ کے قریب ہے۔ شہر مغرب سے مشرق تک گنگا کے کنارے کنارے لگ بھگ دس میلوں کی لمبائی میں بسا ہے۔ شہر کی چوڑائی نسبتاً کم یعنی بمشکل چار پانچ میل ہوگی۔ شہر کے مغرب میں پُن پُن ندی ہے اسی لیے چوڑائی میں

شہر کے پھیلنے کی زیادہ گنجائش نہیں ہے۔

عام طور پر شہر کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اوّل قدیم پٹنہ سیٹی جس کی سولھویں صدی میں شیر شاہ نے تعمیر نو کی تھی۔ دوئم بانکی پور جس کا برطانوی دورِ حکومت کے اوائل میں ارتقاء ہوا۔ سوئم نیو کیپیٹل ایریا جس کی گزشتہ پچاس برسوں میں تعمیر ہوئی ہے۔

اب آئیے ہم پٹنہ کے مغربی کنارے سے پٹنہ کی سیر کو چلیں۔ یہاں سے قریب ہی پٹنہ کا ہوائی اڈہ ہے اور اس سے شمال مشرق میں راج بھون (گورنر ہاؤس) ہے جو کئی مربع میلوں میں پھیلا ہوا ہے۔ یہاں کبھی انگریزی حکومت کے صوبائی لاٹ صاحب رہا کرتے تھے۔ اور اب جمہوری حکومت کے راج پال اسی لاٹ صاحب جیسی شان و شوکت سے رہتے ہیں۔ آئیے اب دائیں بائیں عالیشان عمارتوں کے درمیان کشادہ اور صاف و شفاف سڑک سے مشرق کی طرف چلیں۔ راج بھون کے ٹھیک سامنے مشرق میں دور سے ہی بلند ٹاور نظر آتا ہے اور اسی کے نیچے بلند اور سرخ و شوخ رنگ کی عمارتوں کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ پٹنہ سکریٹریٹ کی عمارتیں ہیں۔ ان میں وزراء اعلیٰ افسران اور مختلف محکموں کے سکریٹریوں کے اعلیٰ دفاتر ہیں۔ اس عمارت سے متصل ہی بہار قانون ساز اسمبلی اور کونسل کی عمارتیں ہیں۔ جب ہم سکریٹریٹ کی حدود سے نکل کر آگے مشرق کی طرف بڑھتے ہیں تو ہمارے سامنے آزادی کے جاں نثار انقلابی نوجوانوں کا بڑا مجسمہ نظر آتا ہے۔ جو مادرِ وطن کے ان سپوت شہیدوں کی یاد دلا رہا ہے جنھوں نے آزادی کی تاریخ کی جدوجہد کے دوران ۹ اگست ۱۹۴۲ء کو وطن کی خاطر انگریزی حکومت کے سپاہیوں کی بندوقوں کے سامنے اپنے سینے تان دیے اور گولیاں کھا کر مٹے لیکن جیتے جی آزادی کا پرچم سرنگوں نہ ہونے دیا۔ آزادی کے یہ جیالے متوالے اسکول کے نوعمر طلبا تھے۔

اس شہید سمارک سے آگے بڑھنے پر ہمیں شہر کا مشہور اور خوش نما ہارڈنگ پارک ملتا ہے۔ جس کا نیا نام شہید پارک ہے۔ ہارڈنگ پارک کے مشرقی کنارے پر پٹنہ کا بڑا ڈاکخانہ (جی پی او) ہے۔ جی پی او سے متصل ہی شہر کا بڑا ٹیلی فون ایکسچینج ہے۔ اب آئیے ہم پھر ہارڈنگ پارک کے مغربی سرے سے شمال کی طرف جانے والے گارڈنر روڈ

(موجودہ نام بیر ہمیند بٹیل پتھ) پر ہو ہیں۔ چند ہی قدم پر شہر کی کلچرل سرگرمیوں کا مرکز رابندر
بھون ہوتا ہے جس کے اسٹیج پر رقص، موسیقی، اور ڈرامے کے پروگرام ہوا کرتے ہیں۔ چند
ہی قدم کے فاصلے پر مشہور بیرسٹر سر سلطان احمد (مرحوم) کا سر سلطان پیلیس ہے جہاں
اب بہار اسٹیٹ روڈ ٹرانسپورٹ کارپوریشن کے صدر دفاتر ہیں۔ اسی کے سامنے
سربر آوردہ حضرات، اور اعلیٰ حکام کے دوران سفر عارضی قیام کی سہولت کے لیے
سرکٹ ہاؤس ہے۔ سرکٹ ہاؤس سے سڑک کے شمالی کنارے تک خوشنما فلیٹوں کا
طویل سلسلہ ہے۔ یہ فلیٹس بہار قانون ساز اسمبلی اور کونسل کے ممبروں کی قیام
گاہیں ہیں۔

ان فلیٹوں کے درمیان سے ہی ایک راستہ مغرب کی سمت ہمیں پٹنہ ہائیکورٹ
کی بلند و بالا شاہی محلوں جیسی عالی شان عمارت تک پہونچاتا ہے۔ یہ ریاست کی
اعلیٰ ترین عدالت ہے۔ پٹنہ ہائی کورٹ کا قیام ۱۹۱۶ء میں عمل میں آیا تھا۔ پٹنہ
ہائی کورٹ کی گنبددار عمارت قدیم و جدید طرزِ تعمیر کا عمدہ نمونہ ہے۔ پٹنہ ہائی کورٹ کے
قریب ہی پٹنہ ویمنس کالج ہے۔ جس کی عمارت بڑی ہی پُرکشش اور سحر انگیز ہے۔
یہاں پہونچ کر انسان خود کو پریوں کے دیس والے کسی طلسمی محل میں محسوس کرتا ہے۔
گارڈنر روڈ کے شمالی کنارے پر انکم ٹیکس اور الیکٹریسٹی بورڈ کی جدید طرز کی خوبصورت
عمارتیں ہیں۔ اب ہم اس جادوئی محل کے طلسم ہوش ربا کو توڑ کر کچھ اور مشرق چل کر پٹنہ، گیا
روڈ، (نیا نام بدھ مارگ) پر ہولیں۔ اب ہم پٹنہ میوزیم (جادو گھر) کے سامنے ہیں۔
سرخ رنگ کی یہ حسین عمارت مغل راجپوت طرزِ تعمیر کا حسین امتزاج ہے۔ یہ ہندوستان
کے مشہور و معروف میوزیم گھروں میں ہے۔ اس میں بے شمار نوادرات اور عجائباتِ روزگار
چیزوں کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ یہاں قدیم سکوں، مجسموں، برتنوں نیز مغلیہ بادشاہوں
کے استعمال کی دیگر اشیا اور مغلیہ آرٹ کے نمونے ملتے ہیں۔ یہاں کھدائی کے دوران
ملنے والی قدیم پاٹلی پتر کی یادگار چیزیں اور دیگر آثار قدیمہ ہیں۔ جادو گھر کے قریب ہی
پٹنہ اسکول آف آرٹس ہے جہاں طلباء کو فائن آرٹ اور کمرشیل آرٹ کی پانچ سال کی
تربیت دی جاتی ہے۔ اسی سڑک پر شہر کی جدید اور حسین ترین عمارت ہے۔ جو جدید طرزِ
تعمیر کا اعلیٰ نمونہ ہے اور اس میں بہار اسٹیٹ ٹکسٹ بک پبلشنگ کارپوریشن کے دفاتر

ہیں۔ اس سے ملحق ہندوستان کا عظیم اور جدید ترین چھاپہ خانہ ٹکسٹ بک پریس ہے۔ یہ پریس مشرقی جرمنی (جی ڈی آر) کے اشتراک عمل سے قائم ہوا ہے۔

قریب ہی جنوب مشرق میں واقع شہر کی مشہور لائبریری سچیدانند سنہا لائبریری (بہار اسٹیٹ سنٹرل لائبریری) اور شریمتی رادھیکا سنہا انسٹی ٹیوٹ ہے۔ سنہا لائبریری میں جدید علوم کی بے شمار کتابیں ہیں۔ یہاں بچوں کا بھی ایک سیکشن ہے جس کے کافی تعداد میں بچے ممبر ہیں۔ اس لائبریری کی تقریباً چار سو خواتین ممبر بھی ہیں۔ ان کی مخصوص دلچسپی کی تقریباً ایک ہزار کتابیں ہیں۔ اس لائبریری میں ایک علیحدہ ریڈنگ روم کے ساتھ خواتین کا بھی ایک سیکشن کھولنے کی تجویز زیر غور ہے۔ اس لائبریری سے ملحق لائبریری سائنس کا ایک سنٹر ہے جہاں سے لائبریری سائنس کا ڈپلوما ملتا ہے۔ سنہا لائبریری سے متصل ہی بہار سکنڈری اسکول اکزامنیشن بورڈ کے دفتر کی خوبصورت عمارت ہے۔ اس کے عقب (فریزر روڈ) میں آل انڈیا ریڈیو کا اسٹیشن ہے۔ اس کے متصل ہی بھارتیہ نرتیہ کلامندر ہے جو رقص و موسیقی کی تربیت گاہ اور کلچرل سرگرمیوں کا مرکز بھی ہے۔ پٹنہ ریڈیو اسٹیشن کے شمال میں چھجو باغ روڈ پر پنجابی برادری کا تعمیر کردہ لالہ لاجپت رائے میموریل ہال ہے۔ چھجو باغ روڈ کے شمال میں بینک روڈ ہے۔ جو پٹنہ گیا روڈ سے نکل کر گاندھی میدان میں ملتا ہے۔ اس روڈ پر سر فضل علی ہاؤس میں برٹش کونسل لائبریری ہے۔ یہ لائبریری برٹش انفارمیشن سروس نئی دلی کے زیر نگرانی ہے۔ یہاں جدید علوم اور خاص کر انگریزی ادب کی قدیم و جدید کتابیں کافی تعداد میں ملتی ہیں۔ باضابطگی، خوش اسلوبی اور کارندوں کی مستعدی اس لائبریری کا طرۂ امتیاز ہے۔

آئیے اب ہم بینک روڈ ہوتے ہوئے گول گھر کی طرف چلیں۔ گول گھر اشوک راج پتھ کے کنارے ہے۔ اشوک راج پتھ پٹنہ کی شاہراہ کہی جا سکتی ہے یہی سڑک آگے مغرب میں گنگا کے کنارے کنارے دانا پور تک چلی جاتی ہے۔ یہاں فوج کی چھاؤنی ہے۔ گول گھر سے مشرق میں یہ سڑک گنگا کے کنارے کنارے پٹنہ سیٹی ہوتے ہوئے آگے بہت دور تک چلی جاتی ہے۔ گول گھر کی گنبد نما عمارت نصف بیضوی شکل کی ہے۔ اسے شہر کی مکھی کے چھتے جیسی بھی کہہ سکتے ہیں۔ پٹنہ کا

گول گھر ہی شہر کی سیر کرنے والے سیاحوں کی سب سے زیادہ دلچسپی کا باعث ہے۔ جسے
لوگ بڑی حیرت اور دلچسپی سے دیکھتے رہتے ہیں۔ گول گھر کی تعمیر بکسر کی لڑائی کے بعد
آنے والے زبردست قحط (۱۷۷۰ء) کے بعد انگریزوں نے ۱۷۸۴ء اور ۱۷۸۶ء
کے درمیان مشہور انجنیئر جان گارسٹن کی زیر نگرانی کرائی۔ یہ زمانہ وارن ہیسٹنگس کا
تھا۔ اسے غلہ اکٹھا کرنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ لیکن جس مقصد کے لیے اسے بنایا گیا
اس کے لیے اسے استعمال نہ کیا جا سکا۔ اور تعمیر کے ایک عرصہ بعد آج سے پچیس سال
قبل حکومتِ بہار نے پہلے پہل غلہ رکھنا شروع کیا اور آج بھی گول گھر کو حکومتِ بہار
غلے کے بڑے گودام کے طور پر استعمال کر رہی ہے۔ اس کی تعمیر پر لگ بھگ ۱۲۵۶۴
روپے خرچ ہوئے۔ اندر سے اس کی گولائی ۱۰۸ فٹ ہے۔ اس کی دیوار کی بنیاد بارہ
فٹ چوڑی ہے۔ یہ عمارت ۹۶ فٹ بلند ہے اور اس میں ۱۳۷۰۰۰ ٹن غلہ بیک
وقت رکھا جا سکتا ہے۔ گول گھر کے اوپر چڑھنے کے لیے باہر کی طرف سے دو سیڑھیاں
ہیں جو اس کی بلندی تک گئی ہیں۔ قریب ہی ایک خوش نما پارک ہے۔ گنگا میں اسٹیمر
یا کشتی سے گزرتے ہوئے کافی دور سے ہی گول گھر نظر آنے لگتا ہے۔ گول گھر کی بلندی
سے گنگا ندی اور پٹنہ کا دور تک نظارہ کیا جا سکتا ہے۔ روزانہ سینکڑوں افراد اس
کی سیڑھیوں پر چڑھ کر شہر اور اس کے اطراف کا نظارہ کرتے ہیں۔ سارا شہر
ایک باغ کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ اور جا بجا اونچے مکانوں کی چھتیں ہی چھتیں
نظر آتی ہیں۔ گول گھر کے ٹھیک سامنے شمال میں گنگا کے کنارے بانکی پور گرلس
ہائر سکنڈری اسکول ہے۔ گول گھر کے قریب ہی کچھ مشرق میں اشوک راج پتھ
کے جنوبی کنارے وسیع گاندھی میدان ہے۔ ۱۹۴۷ء میں پٹنہ میں اپنے قیام کے
دوران گاندھی جی اس میدان کے شمالی مغربی کنارے پر پرارتھنا کیا کرتے تھے۔
انھی کی یاد میں یہ گاندھی میدان کہلاتا ہے۔ چاروں طرف سے کئی چھوٹی بڑی
سڑکیں اس میدان تک آتی ہیں۔ مغرب کی طرف سے بینک روڈ اور چھجو باغ
روڈ جنوبی مغربی سمت میں فریزر روڈ جنوب میں ایگزیبیشن روڈ جنوب مشرقی
سمت میں باری پتھ وغیرہ گاندھی میدان تک آتے ہیں۔ گاندھی میدان
شہر کی رونق ہے۔ شہر کی بیشتر اہم سیاسی، سماجی، مذہبی، تہذیبی، تعلیمی

اور تفریحی سرگرمیوں کا مرکز ہے۔

ہر نوعیت کے بڑے جلسے، اجتماعات اور نمائش وغیرہ یہاں ہوا کرتی ہیں ریاست کے گورنر، پولس اور این سی سی کیڈٹوں کے دستوں کی پریڈ کی سلامی لیا کرتے ہیں۔ میدان کے وسط میں پرچم کشائی کے لیے ایک خوبصورت چبوترہ اور ستون بنا ہوا ہے۔ گرمی اور برسات کے دنوں میں رات گئے تک گاندھی میدان میں کافی چہل پہل رہتی ہے۔ چھوٹی بڑی فٹ بال ٹیموں کے بیشتر میچ یہیں ہوا کرتے ہیں شام کے وقت ہزاروں کی تعداد میں عورت، مرد، بچے، جوان، بوڑھے ہر طرف خوش گپیاں کرتے اور چاٹوں، چھولوں، مونگ پھلیوں، آئس کریموں اور بھٹوں کی بہاریں لوٹتے نظر آتے ہیں۔ بس یوں سمجھیے کہ بمبئی کی چوپاٹی اور کلکتہ کی چورنگی جیسی بہار رہتی ہے۔

گاندھی میدان کا یہ علاقہ شہر کا سب سے بارونق اور مصروف ترین حصہ ہے۔ میدان کے چاروں طرف صبح سویرے سے رات گئے تک سائیکلوں، موٹروں اسکوٹروں، بسوں اور دوسری سواریوں کی بھاگ دوڑ رہتی ہے۔ میدان کے مغرب میں سینٹ زیویر اسکول ہے۔ اس سے متصل ہی اسٹیٹ بینک آف انڈیا کی عمارت ہے۔ میدان کے جنوبی مغربی کنارے پر پٹنہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر کی رہائش گاہ ہے۔ اسی سے متصل ہتھوا راج کا خوبصورت بنگلہ ہے۔ میدان کے جنوب میں انڈین ایرلائنس کا دفتر ہے۔ اور جدید طرز کے کئی بارونق ہوٹل ہیں۔ یہیں پر ریزرو بینک آف انڈیا کی عالیشان عمارت ہے۔ اسی کے قریب شہر کا اہم تعلیمی اور ثقافتی مرکز انڈین میڈیکل ایسوسی ایشن ہال ہے۔ مشرق میں کھادی بھون، ریجنٹ سینما، سوڈا فاؤنٹین اور الفنسٹن سینما کی عمارتیں ہیں۔ میدان کے شمال میں گاندھی میموریل میوزیم انوگرہ نرائن سنہا انسٹی ٹیوٹ، مگدھ مہیلا کالج، سری کرشن میموریل ہال وغیرہ ہیں۔ اس کے علاوہ بہار راجیہ ٹرانسپورٹ کا ایک بڑا بس ڈپو ہے۔ بس ڈپو سے متصل ہی بانکی پور کا بڑا گرجا گھر اور بہار چیمبر آف کامرس کی وسیع عمارت اور ہال ہے۔ شمال میں دریا کے کنارے رجسٹریشن آفس، ٹریزری آفس، بینک آف بہار، کلکٹریٹ، اور مہندرو گھاٹ کی عمارتیں ہیں۔ مہندرو گھاٹ سے

ری گنگا کے اس پار جانے کے لیے اسٹیمر کھلتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ راجا اشوک کے بیٹے مہندر نے بدھ دھرم کے پرچار کے لیے غیر ممالک کے سفر کا آغاز دریا کے راستے یہیں سے کیا تھا۔

اب پھر ہم گاندھی میدان کے شمالی مشرقی کنارے پر اشوک راج پتھ پر آجاتے ہیں۔ اور پٹنہ سیٹی کی طرف چلتے ہیں۔ چند ہی قدم کے فاصلے پر بہار نیشنل کالج اور ہوسٹل کی عمارتیں ہیں۔ بائیں طرف مختلف چیزوں کی سجی سجائی دکانوں کا دور تک سلسلہ چلا گیا ہے۔ چند ہی فرلانگ آگے بڑھنے پر دائیں جانب ٹی بی سنٹر ہے۔ گنگا کے کنارے راجیندر سرجیکل بلاک نیز پٹنہ میڈیکل کالج اور اسپتال کی عمارتوں کا سلسلہ ہے۔ انھیں عمارتوں کے درمیان [illegible] سڑک کی بائیں طرف انجمن اسلامیہ ہال ہے جہاں سیاسی، ثقافتی اور مذہبی ہر قسم کے اجتماعات اور چھوٹی موٹی نمائشیں ہوا کرتی ہیں۔ انجمن اسلامیہ ہال کے ٹھیک سامنے سڑک کی دائیں طرف شہر کا نہایت ہی حسین اور بارونق خوبصورت بازار پٹنہ مارکیٹ ہے۔ اسے حیدر امام مارکیٹ بھی کہتے ہیں۔ یہاں جدید فیشن کی ضرورتوں کی تمام چیزیں ملتی ہیں۔ پٹنہ میڈیکل کالج ایک کاسموپولیٹین کالج ہے یہاں نہ صرف ہندوستان کے مختلف صوبوں کے بلکہ غیر ممالک کے طلبا بھی میڈیکل کی تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں۔ جہاں اسپتال کی عمارتوں کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے وہیں لب سڑک ایشیا کا مایہ ناز کتب خانہ خدا بخش لائبریری ہے جہاں عربی اور فارسی کے نادر قلمی نسخوں اور اسلامی علوم کی کتابوں کا بیش بہا خزانہ ہے۔ یہ لائبریری صوبہ بہار کے مقام چھپرا کے ایک مشہور علم دوست بزرگ محمد بخش اور ان کے صاحبزادے خدا بخش کے خوابوں کی جیتی جاگتی تعبیر ہے۔ باپ بیٹے دونوں نے مل کر زندگی بھر اپنی آمدنی کا بیشتر حصہ قلمی نسخے اکٹھا کرنے میں صرف کیا۔ اور تب جاکر یہ لائبریری وجود میں آئی۔

لائبریری کا قیام ۱۸۹۱ء میں عمل میں آیا جب کہ اس کا باضابطہ افتتاح بہار اور اڑیسہ کے لیفٹیننٹ گورنر سر چارلس ایلیٹ نے کیا تھا۔ اس لائبریری میں [illegible] (نو ہزار) قلمی نسخے اور تقریباً ۵ ہزار مطبوعہ کتابیں ہیں۔ یہ

کتابیں عربی، فارسی، انگریزی، فرانسیسی، جرمنی اور لاطینی وغیرہ زبانوں کی ہیں۔ کتابوں کے علاوہ لائبریری میں کئی نوادرات اور شاہنشاہوں کے ذاتی استعمال کی چیزیں بھی بطور یادگار ہیں۔ خدابخش لائبریری علم و ادب کا ایک ایسا رواں چشمہ ہے جہاں دنیا کے گوشے گوشے سے لوگ علم کی پیاس بجھانے آتے ہیں۔ جناب عابد رضا بیدار ان دنوں اس لائبریری کے ڈائرکٹر ہیں۔ خدابخش لائبریری کے بالکل ہی متصل گورنمنٹ اردو لائبریری ہے جہاں ہزاروں کی تعداد میں علم و فن پر اردو کی کتابیں اخبارات اور رسائل ملتے ہیں۔ ہر صبح و شام یہ لائبریری اردو زبان و ادب کے پروانوں سے بھری رہتی ہے۔ اردو کے مقامی ادیبوں، محققوں، صحافیوں، نقادوں اور طلبا کے لیے یہ لائبریری برسوں سے معاون رہی ہے۔ بہار کے بزرگ صحافی اور صاحب طرز انشاپرداز جناب سلطان احمد اس لائبریری کے عرصہ دراز تک نگراں رہے تھے۔

چند قدم آگے بڑھنے پر ایک راستہ شمال کی طرف جاتا ہے جہاں گنگا کے کنارے عالیشان اور پرفضا عمارت دربھنگہ ہاؤس ہے۔ جو دربھنگہ کے راجہ کے پرشکوہ ماضی کی عبرت انگیز یادگار ہے۔ کبھی یہ مہاراجہ دربھنگہ اور ان کے خاندان کے افراد کی رہائش گاہ تھی۔ لیکن اب یہاں پٹنہ یونیورسٹی کے فیکلٹی آف آرٹس کے بیشتر مضامین کے پوسٹ گریجویٹ کلاس ہوتے ہیں۔

اشوک راج پتھ پر ہی پٹنہ کالج، پٹنہ یونیورسٹی آفس، سینیٹ ہال، پٹنہ یونیورسٹی لائبریری، سائنس کالج، گرلز ہوسٹل، انجینئرنگ کالج، لاء کالج اور ان سے متعلقہ ہوسٹلوں کا سلسلہ، پٹنہ ٹریننگ اسکول اور انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن تک چلا گیا ہے۔ یہاں پہونچ کر ہم پٹنہ یونیورسٹی کے حدود سے باہر آجاتے ہیں۔

پٹنہ سائنس کالج کے ٹھیک سامنے سڑک کی دائیں طرف مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کی عمارت سڑک سے گزرنے والوں کو اپنی طرف متوجہ کیے بغیر نہیں رہتی۔ جسٹس نورالہدیٰ (مرحوم) کی قائم کردہ یہ قدیم دانش گاہ ہے جہاں عربی،

فارسی، زبان و ادب کے علاوہ حدیث و تفسیر اور دیگر اسلامی علوم کی درجۂ فاضل تک تعلیم ہوتی ہے۔ یہ ادارہ حکومت بہار کے محکمۂ تعلیمات کی براہ راست نگرانی میں آ ہے۔ مدرسہ کے احاطہ میں ہی مشہور نُوری مسجد ہے۔ مدرسہ شمس الہدیٰ کی عمارت کی بالائی منزل میں عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ہے جس سے عربی، فارسی اور اسلامی علوم کے جید علماء اور اسکالر وابستہ ہیں۔ یہ انسٹی ٹیوٹ بھی حکومتِ بہار کے محکمۂ تعلیمات کے زیرِ نگرانی ہے۔

انجنیئرنگ کالج سے متصّل گنگا کے کنارے خوبصورت گاندھی گھاٹ ہے۔ یہاں سے صبح و شام مشرق و مغرب میں اُگتے ڈوبتے سورج اور گنگا کی بے چین لہروں پر اس کے عکس کا نظارہ بڑا ہی دلفریب ہوتا ہے۔ برسات کے دنوں میں جب گنگا میں طغیانی ہوتی ہے تو یہاں پر سمندر کا سماں ہوتا ہے۔ حدِ نگاہ تک پانی ہی پانی نظر آتا ہے۔

پٹنہ ٹریننگ اسکول کے بعد ہی پٹنہ سیٹی کا علاقہ شروع ہوتا ہے۔ جس کا سلسلہ مال سلامی سے آگے جا کر ختم ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پٹنہ سیٹی کو شیر شاہ نے بسایا تھا۔ یا اس کی تعمیر نو کی تھی۔ بہر حال آج پٹنہ سیٹی کا بیشتر علاقہ اُداس اُداس اور بے رونق سا ہے۔ جا بجا پُرانی حویلیوں کے کھنڈرات ٹوٹے پھوٹے مقبرے اور مرمّت طلب پُرانی مساجد ہیں۔ انھیں پرانی مسجدوں میں پتھر کی مسجد بھی ہے۔ یہ بہت ہی پُرانی مسجد ہے۔ جسے اس وقت کے گورنر اور شاہ جہاں کے بیٹے پرویز شاہ نے بنوایا تھا۔

پتھر کی مسجد سے آگے بڑھنے پر بہار کوٹج انڈسٹریز انسٹی ٹیوٹ (پٹنہ پولی ٹکنیک) سکریٹریٹ پریس (گورنمنٹ پرنٹنگ پریس) اور پادری کی حویلی وغیرہ ہیں۔ پادری کی حویلی ایک رومن کیتھولک چرچ ہے۔ جس کا قیام اٹھارہویں صدی کی آخری چوتھائی میں عمل میں آیا تھا۔ آگے بڑھنے پر پٹنہ سیٹی چوک کا مصروف کاروباری علاقہ ہے۔ یہاں پر سیٹی کے دوسرے مقامات کے مقابلے میں زیادہ بارونق بازار ہے۔

چوک سے چند ہی گز کے فاصلے پر سڑک کی دائیں طرف گوردوارہ ہے۔

جس کی وجہ سے سکھوں کے لیے پٹنہ کی وہی حیثیت ہے جو مسلمانوں کے لیے مکّہ کی، عیسائیوں کے لیے بیتھلہم کی، ہندوؤں کے لیے کاشی کی، جینیوں کے لیے ویشالی کی اور بودھوں کے لیے گیا کی ہے۔ گورودوارہ اور اس سے متعلق عمارتوں کو ہری مندر کہا جاتا ہے۔ جس کی تعمیر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے انیسویں صدی کے اوائل میں اس کمرے کے چاروں طرف کرائی تھی جس میں گورو گوبند سنگھ جی ۲۳ دسمبر ۱۶۶۶ء کو پیدا ہوئے تھے۔ گورو گوبند سنگھ جی سکھوں کے آخری اور سب سے مشہور گورو تھے۔ اس گورودوارہ میں گورو گوبند سنگھ جی کے استعمال کی چیزوں کو بطور تبرک محفوظ رکھا گیا ہے۔ صحن کے وسط میں جہاں گورو نے اپنے بچپن کے دن گذارے تھے اسّی فٹ بلند جھنڈے کا ایک ستون ہے۔ ہر سال دسمبر میں ہزاروں زائرین گورو کو خراجِ عقیدت پیش کرنے آتے ہیں۔ سکھوں کے چار اہم مقدّس مقامات (تخت) میں اس گورودوارے کا دوسرا مقام ہے۔ پہلا تخت امرتسر کا شری اکالی تخت ہے۔ دوسرے دو ہیں آنند پور (پنجاب) میں شری تخت کیش گڑھ صاحب اور ناندیڑ (مہاراشٹر) میں شری تخت حضور صاحب۔ ہرمندر کے اطراف میں سکھوں کے کئی اور مقدّس مقامات ہیں جن میں سنگت گورودوارہ، گوبند گھاٹ گورودوارہ، گورو کا باغ (محلہ رکاب گنج) اور گائے گھاٹ گورودوارہ قابلِ ذکر ہیں۔ مؤخر الذکر مندر سے تین میل کی مسافت پر ہے۔ گورو تیغ بہادر اکثر یہیں آکر ٹھہرا کرتے تھے۔

پٹنہ سیٹی میں قلعہ ہاؤس اور شیر شاہ مسجد کی عمارتیں ہیں، جو فنِ تعمیر کے نادر شاہکار ہیں۔ ان کی تعمیر شیر شاہ نے کرائی تھی۔ شیر شاہ مسجد اینٹ کی بنی ہوئی چکنی اور صاف ستھری عمارت ہے۔ عمارت کے بیچ میں ایک بڑا گنبد ہے۔ اس کے علاوہ اس کے ہر گوشے پر چار چھوٹے چھوٹے گنبد ہیں۔ پٹنہ سیٹی میں مشہور منگلس ٹینک ہے جسے عرفِ عام میں منگل تالاب بھی کہا جاتا ہے۔ کچھ دنوں قبل اسے گاندھی سرووَر کا نیا نام دیا گیا ہے۔ گذشتہ صدی کے اواخر میں کھدائی کے دوران اس تالاب کی بازیافت ہوئی تھی

لوگوں کا خیال ہے کہ یہی قدیم پاٹلی پتر ا کا مان سرو ور جھیل تھا۔ منگل تالاب سے متصل ہی خانقاہ عمادیہ ہے۔

پٹنہ سیٹی میں کئی بزرگوں کے آستانے، مساجد اور مسلمانوں کی زیارت گاہیں ہیں۔ مال سلامی سے چار میل مشرق میں حضرت مخدوم شاہ شہاب الدین جگجوتؒ کا آستانہ ہے۔ آپ حضرت مخدوم شعیبؒ (شیخ پورہ) کے پر پوتے ہیں۔ پٹنہ سیٹی چوک سے مشرق (جھاؤ دریا) میں بھی ایک پرانی مسجد ہے جو مدرسہ کی مسجد کہلاتی ہے۔ مدرسہ کی مسجد کے قریب ہی ایک قدیم قلعہ ہے جو جالان کا قلعہ کہلاتا ہے۔ اب یہ قلعہ ایک چھوٹے میوزیم کی شکل میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ پٹنہ سیٹی کے انتہائی مشرقی حصے میں حضرت شاہ دیوان ارزانؒ کا آستانہ ہے۔ جو درگاہ شاہ ارزاں کے نام سے مشہور ہے۔

پٹنہ سیٹی میں ہندوؤں کی مقدس جگہوں میں چھوٹی اور بڑی پٹن دیوی کے مندر ہیں۔ تاریخی نقطۂ نظر سے برہم استھان بھی کم اہم نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہیں پر ایک برہمن نے اشوکِ اعظم سے مقابلہ کرتے ہوئے جان دے دی تھی۔ یہاں کئی اور مندر بھی ہیں۔ پیارے لال کے باغ سے بھی ہندوؤں کی مذہبی عقیدت کی ایک کہانی وابستہ ہے۔ جہاں ہر سال اساڑھ کے مہینے میں عورتیں پوجا کے لیے اکٹھا ہوتی ہیں اور یہ "بسیورا" کا میلہ کہلاتا ہے۔

پٹنہ سیٹی کی سیر کے بعد اب آئیے ہم پٹنہ بائی پاس روڈ پر ہولیں۔ یہ سڑک پٹنہ اور پٹنہ جنکشن ریلوے اسٹیشنوں کے درمیان پٹنہ کے جنوبی حصے میں ریلوے لائن کے کنارے کنارے چلی گئی ہے۔ یہاں سے قریب ہی قدیم تاریخی مقام کمہرار ہے۔ یہ حصہ کھدائی کے بعد دریافت ہوا ہے۔ جہاں قدیم پاٹلی پترا کے محلات کے آثار کھنڈرات اور بڑے بڑے ستونوں کی شکل میں ملے ہیں۔ ہر روز سینکڑوں لوگ انھیں دیکھنے آتے ہیں۔ یہاں سے قریب ہی اشوک کے زمانے کا ایک بڑا تاریخی کنواں ہے جسے اگم کنواں کہا جاتا ہے۔ کنویں کی گہرائی اتھاہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شہنشاہ اشوک نے اپنے ۹۹ بھائیوں کو قتل کر کے اس کنویں میں ڈال دیا تھا۔

ان مقامات سے قریب ہی راجندر نگر ہے۔ شہر کے جنوبی حصے میں یہ نئی آبادی ہے۔ بیس یا بائیس سال قبل یہ حصہ بالکل ویران اور غیر آباد تھا۔ جہاں دن میں بھی شہر کے لوگ جانے کی ہمت مشکل ہی سے کرتے تھے۔ آج یہی علاقہ شہر کا خوش حال ترین، معزز، تعلیم یافتہ اور روشن خیال طبقہ آباد ہے۔ راجندر نگر میں جدید طرز تعمیر کی بلند اور خوبصورت عمارتیں ہیں۔ یہیں راجندر نگر اسٹیڈیم ہے۔ کھیل کے اس میدان میں بیک وقت کئی ہزار تماشہ بینوں کے بیٹھنے کی گنجائش ہے۔ یہاں اکثر بڑے میچ اور دوسرے تفریحی پروگرام ہوا کرتے ہیں۔

راجندر نگر سے شمال مغرب میں بانکی پور کے علاقے میں لکشمی نرائن مندر ہے جو عام طور پر برلا مندر کہلاتا ہے۔ یہاں پر ہر شام سینکڑوں عورتیں اور مرد کیرتن اور بھجن میں ڈوبے نظر آتے ہیں۔

پٹنہ بائی پاس کے جنوب میں پٹنہ ریلوے جنکشن سے جنوب مشرق میں کچھ فاصلے پر ایک نئی کالونی بسی ہے جو کنکر باغ کالونی کہلاتی ہے۔ اس کا دوسرا نام لوہیا نگر بھی ہے۔ اس کولونی کے ایک حصے کا نام پتر کار نگر ہے۔ جہاں شہر کے صحافی حضرات رہتے ہیں۔ یہ بھی نئی آبادی ہے۔ پہلے یہ علاقہ بھی بالکل ویران تھا۔ پٹنہ کے انتہائی مغربی حصے میں کئی اور خوبصورت کالونیاں بسی ہوئی ہیں۔ جن میں شری کرشنا پوری، پاٹلی پترا کالونی، لال بہادر شاستری نگر، راج ہنس نگر، وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ بیس سال قبل یہ علاقے بھی غیر آباد تھے۔ پٹنہ کے اسی مغربی حصے میں شہر اب پھیل رہا ہے۔ اور ان علاقوں میں مزید کالونیاں بسنے والی ہیں۔

اسی علاقے کے شمال میں قومی تحریک اور جنگِ آزادی کا مشہور مرکز صداقت آشرم ہے۔ یہ ۱۹۲۱ء میں آزادی کی تحریک کے دوران قائم کیا گیا تھا۔ یہیں قومی یونیورسٹی ودیاپیٹھ کے صدر دفاتر تھے۔ یہیں جنگِ آزادی کے نڈر سپاہی اور ہندوستان کے پہلے صدر جمہوریہ دیش رتن ڈاکٹر راجندر پرشاد نے اپنی زندگی کے آخری دن گزارے۔ حصولِ آزادی کے بعد سے آج تک بہار صوبائی کانگریس

کے صدر دفاتر یہیں رہے ہیں۔

یہاں سے قریب ہی ایک کیتھولک چرچ ہے۔ شہر میں اور بھی کئی چرچ ہیں جن میں پٹنہ سیٹی کے پادری کی حویلی کے مشہور اور قدیم چرچ کے علاوہ بانکی پور میں بس ڈپو کے قریب کیتھولک چرچ عدالت اور کلکٹریٹ کے قریب کیتھولک چرچ گلاب باغ (نزد ہتھوا مارکیٹ) کا پروٹسٹنٹ چرچ اور گاندھی میدان کے مغرب میں سینٹ زیویرس اسکول کے اندر واقع کیتھولک چرچ وغیرہ عیسائیوں کی قابلِ ذکر عبادت گاہیں ہیں۔

پٹنہ میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے علاوہ عیسائیوں، سکھوں اور دوسرے مذاہب کے لوگوں کی بھی خاصی تعداد ہے۔ یہاں دیگر صوبوں کے لوگ بھی ہر شعبۂ زندگی میں مقامی آبادی کے ساتھ باہم شیر وشکر نظر آتے ہیں۔ جا بجا غیر ممالک کے سیّاح بھی نظر آتے ہیں۔

یہاں عام طور پر ہندی اور اُردو بولی جاتی ہے۔ لیکن کافی تعداد بنگالی، مگہی اور بھوجپوری بولنے والوں کی بھی ہے۔ جنوبی ہند کے تیلگو، تامل ملیالم بولنے والوں کی بھی کافی تعداد ہے۔ کچھ اُڑیہ بولنے والے بھی ہیں۔

پٹنہ سے انگریزی کے تین اور ہندی کے سات روزنامے نکلتے ہیں۔ اُردو کے روزناموں میں صدائے عام (بانی سیّد نظیر حیدر مرحوم) ساتھی، سنگم، ہمارا نعرہ، صداقت، پیغامِ نہرو، راہرو، طاؤس، اتحادِ وطن وغیرہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ہندی اور اُردو کے ہفتہ وار اخباروں میں اورنگ، نقیب، روشنی، امروزِ ہند، کوہ کن، قومی تنظیم، بیدار، چٹنی، مومن دُنیا، آغاز، مسائل، انجلی، مثلث، عظیم آباد ٹائمس، غمخوار وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

ہندی کے ماہناموں میں ناری جگت، دیدہ زیب اور کثیر الاشاعت رسالہ ہے جو شریمتی سرلا رستوگی کی ادارت میں شایع ہوتا ہے۔ اُردو ماہناموں میں صبحِ نو، مسرت (مسرت کا اجرا ضیاء الرحمٰن غوثی نے ۱۹۶۶ء میں کیا تھا) مریخ اور زیور ہیں۔

اُردو کے کہنہ مشق صحافیوں میں سہیل عظیم آبادی (سابق مدیر ساتھی،

تہذیب، راوی، حال) سلطان احمد (سابق مدیر اتحاد) شین مظفر پوری (مدیر قومی محاذ، ہاتف) وغیرہ ہیں۔ شین صاحب بہ حیثیت افسانہ نگار بھی محتاج تعارف نہیں۔ غلام سرور (سابق مدیر نوجوان، ساتھی، فی الحال سنگم) بیتاب صدیقی (سابق مدیر مومن دنیا، طوفان وغیرہ) شاہد رام نگری، قیوم، قائد، (سابق مدیر الکلام، فی الحال مدیر اعلیٰ نقیب (مدیر امروز ہند) محمد مرغوب (مدیر صدائے عام) امین اعجازی (مدیر اتحاد وطن) قیوم خضر (اشارہ) ڈاکٹر خالد رشید صبا (ساتھی) مطیع الرحمٰن شمیم (روشنی) شمس الہدیٰ استھانوی (ہمارا نعرہ) اور رضی حیدر (مدیر صدائے عام) حضرات قابلِ ذکر ہیں۔

ان کے علاوہ بدر عظیم آبادی، آفتاب حیدر، ریاض عظیم آبادی، قدوس جاوید، اسلم آزاد، عزیز احمد نعمانی، بھی بحیثیت صحافی محتاجِ تعارف نہیں۔ صحافت اور خوش نویسی (کتابت) کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اس لیے جہاں صحافیوں کا ذکر آیا ہے وہاں مشہور و معروف خوش نویس جناب عبدالرحمٰن صوفی کا ذکر کیے بغیر نہیں رہا جا سکتا جو اس دور میں بھی خوش نویسی کو بحیثیت فن برت رہے ہیں۔ ان کے ساتھ سید ظفر احمد، عبدالخالق سوز دانا پوری اور عبدالجبار صاحبان بھی فنِ خوش نویسی میں محتاجِ تعارف نہیں۔

شاد کی سرزمین عظیم آباد جو دہلی اور لکھنؤ کے بعد اردو زبان و ادب کا گہوارہ رہی ہے۔ آج بھی پروفیسر کلیم الدین احمد، قاضی عبدالودود، علامہ جمیل مظہری، پروفیسر عبدالمنان بیدل، حضرت عطا کاکوی، شکیلہ اختر، سہیل عظیم آبادی، محمد محسن، جناب بہاء الدین کلیم عاجز، رضا نقوی واہی، غبار بھٹی، جگیشور پرشاد خلش حضرات کی ذاتِ بابرکات نہ صرف سرزمینِ عظیم آباد بلکہ ریاستِ بہار کے لیے باعثِ فخر ہے۔ ان بزرگوں کے بعد کی نسل کے نقادوں، شاعروں اور ادیبوں میں ڈاکٹر کلیم عاجز، ڈاکٹر ممتاز احمد مظہر امام، پروفیسر عبدالمغنی، وفا ملک پوری، ہوش عظیم آبادی، ڈاکٹر شکیل الرحمٰن، شفیع مشہدی شفیع جاوید، ناظمہ صدیقی، سلطان اختر، احمد یوسف، اکرام شبنم، رمز عظیم آبادی، ڈاکٹر عبدالخالق، کیف عظیم آبادی، قدوس جاوید، بشیر احمد، نشاط قیصر، شوکت حیات، فخرالدین عارفی، کوثر سیوانی، اسلم آزاد، شکیب ایاز، حسین الحق وغیرہ حضرات بھی

محتاجِ تعارف نہیں۔ شہر کی ادبی محفلوں کی رونق انھیں کے دم سے ہے

عظیم آباد ہمیشہ سے شعر و ادب کا گہوارہ رہا ہے۔ آج بھی شہر میں کئی ایک ادبی انجمنیں ہیں۔ ان میں حلقۂ ادب خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ اس نے گزشتہ پندرہ بیس برسوں میں نمایاں ادبی خدمات انجام دی ہیں۔ اور کئی نئے فنکاروں کو روشناس کیا ہے۔ پروفیسر عبدالمغنی اس کے بانی اور روحِ رواں ہیں۔ سرکاری سرپرستی اور نگرانی میں بہار اُردو اکاڈمی کا قیام بھی عمل میں آچکا ہے۔ جناب شاہ مشتاق احمد صاحب اس کے سکریٹری ہیں۔ طلباء کی ادبی انجمنوں میں بزمِ ادب (پٹنہ کالج) بزمِ سخن (بی این کالج) مجلس ادب (ادارہ تحقیقات عربی و فارسی) بھی قابلِ ذکر ہیں۔ پٹنہ عرصۂ دراز سے عربی و فارسی علوم کا مرکز رہا ہے۔ خدابخش خاں لائبریری، عربی و فارسی علوم کا مخزن ہے۔ راجہ رام موہن رائے کو جب عربی اور قرآن پڑھنے کا شوق ہوا تو انھیں بھی عظیم آباد کے اساتذہ کرام کے آگے زانوئے ادب تہہ کرنا پڑا تھا۔

آج بھی ہمارے درمیان عربی فارسی اور اُردو کے جیّد علما اور اساتذہ کرام موجود ہیں۔ یہ زیادہ تر پٹنہ یونیورسٹی، مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ اور عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ سے وابستہ ہیں۔ ان میں ڈاکٹر اقبال (سابق صدر شعبۂ فارسی، پٹنہ یونیورسٹی) پروفیسر سیّد حسن عسکری (سابق صدر شعبۂ تاریخ پٹنہ یونیورسٹی) جناب پروفیسر سیّد حسن، (سابق صدر شعبۂ فارسی پٹنہ یونیورسٹی) پروفیسر فیاض جیلانی، پروفیسر زیڈ اے کاظمی (پٹنہ یونیورسٹی) ڈاکٹر ممتاز احمد، ڈاکٹر مطیع الرحمٰن (شعبۂ اُردو پٹنہ کالج) مولانا حفیظ الرحمٰن، مولانا سیّد شاہ، محمد اسمٰعیل رُوح مولانا سیّد محمد صدر الحق، مولانا معظم حُسین قاسمی صاحبان (اساتذہ مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ) خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

خدا بخش خاں اورینٹل لائبریری
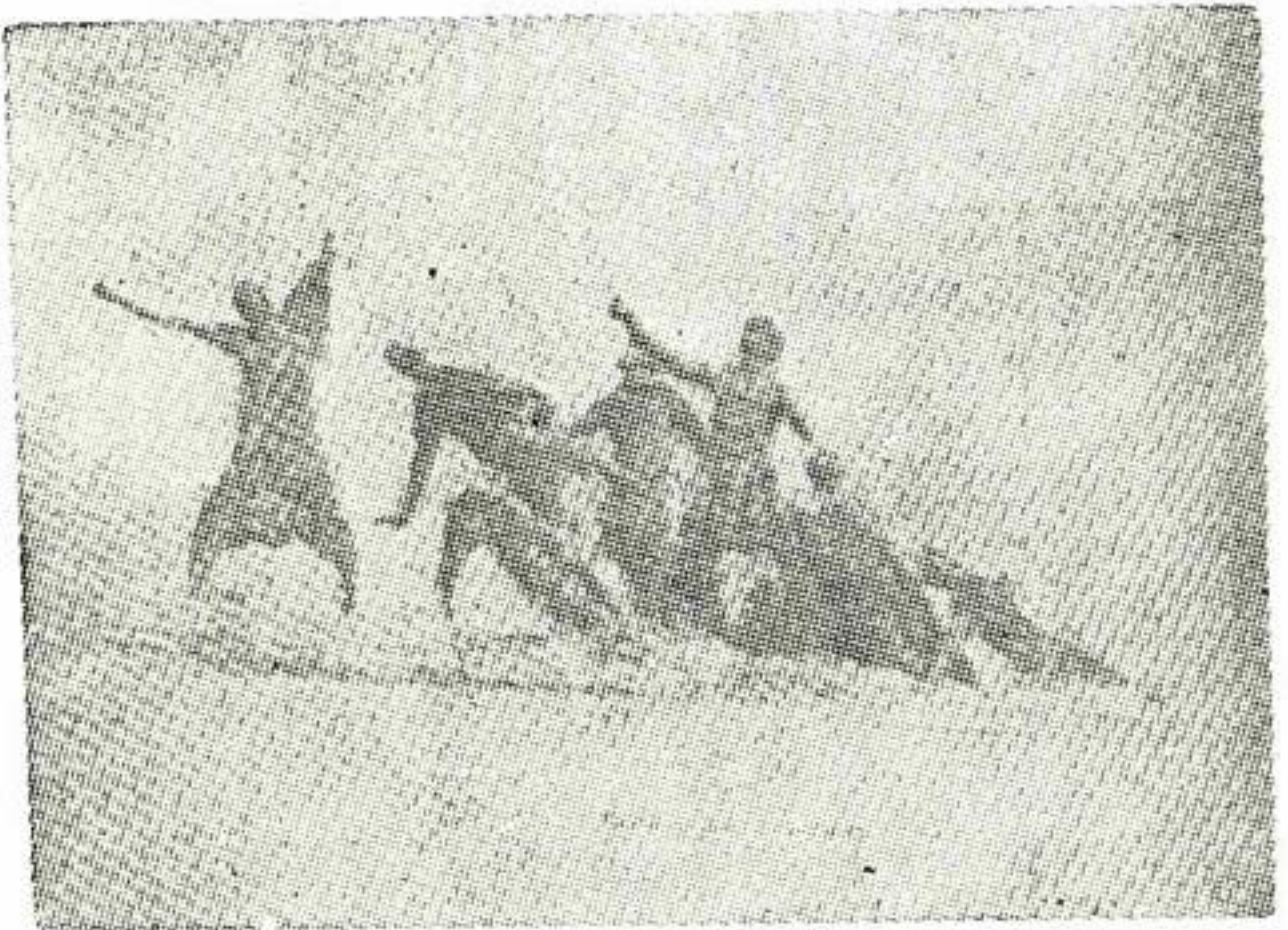
شہیدوں کی یادگار

پٹنہ سٹی کا ہر مندر جی